میرے پیارے چچا: مکرم شیخ منظور الحسن (مرحوم)

محترمہ صفیہ بشیر سامی صاحبہ، لندن (یوکے)

مکرم شیخ منظور الحسن صاحب (مرحوم)

ماہنامہ النور امریکہ کی مدیر اعلیٰ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ نے ازراہ شفقت وعنایت اپنی پھوپھی زاد ہمشیرہ محترمہ صفیہ بشیر سامی صاحبہ لندن، یوکے کا ایک تاریخی مضمون ”میرے پیارے چچا: مکرم شیخ منظور الحسن مرحوم“ ادارہ احمدیہ گزٹ کینیڈا کو بھجوایا ہے۔ جس میں بھولی بسری یادوں کے علاوہ تاریخ کے بعض نادر اوراق بھی ہیں۔ جو تاریخ جماعت احمدیہ کینیڈا کے لئے تاریخی اثاثہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ افادۂ عام کے لئے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

ہمارے دادا جان مکرم شیخ نور محمد اور دادی جان مکرمہ فاطمہ بی بی لدھیانہ شہر میں رہتے تھے۔ اُن کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ میرے چچا شیخ منظور الحسن اندازاً 1926ء میں لدھیانہ (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ آپ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کی والدہ صاحبہ کی وفات کے بعد دونوں بہنوں میں سے ایک شادی شدہ بہن بیٹے کی پیدائش کے فوراً بعد وفات پاگئیں، دوسری بہن اٹھارہ سال کی عمر میں اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ بڑے بھائی مکرم شیخ غلام نبی صاحب کی شادی ہوئی وہ اپنی فیملی کے ساتھ الگ گھر میں چلے گئے۔ اُن سے چھوٹے تایا جی مکرم شیخ یعقوب اور اُن کی اہلیہ مکرمہ مریم صاحبہ جو میری تائی اماں تھیں، دادا جی کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہائش پذیر تھے۔ تایا جی مکرم شیخ یعقوب ایسٹ افریقہ نیروبی چلے گئے، جلد ہی دوسرے دو چچاؤں کو بھی اپنے پاس نیروبی بلوا لیا۔ دادا جی کی بھی وفات ہوگئی تو اس آبائی گھر میں اُوپر کی منزل میں میرے والدین اپنی فیملی کے ساتھ اور نیچے والے حصے میں میری تائی اماں مریم صاحبہ رہنے لگیں۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ چچا منظور کو بہت پیار سے اپنے ساتھ ساتھ رکھا اور ماں کی طرح شفقت دی۔

ہنسی خوشی وقت گزر رہا تھا۔ جب ہماری زندگی میں ایک حادثہ سے بڑی تبدیلی آئی اس وقت میری عمر دو یا اڑھائی سال ہوگی۔ میری بڑی بہن سعیدہ جو چار یا ساڑھے چار سال کی ہوگی اچانک کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے سڑک کی طرف سر کے بل گر گئی گرتے ہی بے ہوش ہوگئی باہر لوگوں کے شور سے اُمی جان کو علم ہوا۔ بے ہوش بچی کو لے کر میرے والدین کئی ہسپتالوں میں چکر لگاتے رہے اُس کی حالت دیکھ کر کوئی ڈاکٹر اُسے لینے کو تیار نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا ایک انگریزوں کا ہسپتال تھا جن کی کوشش نے بچی کی جان بچائی۔ قریباً تین ماہ میری امی کو بہن کے ساتھ ہسپتال میں رہنا پڑا اور مجھے تائی اماں مریم نے سنبھالا۔ جن کے پاس میرے چچا منظور بھی رہتے تھے۔ جب میری اُمی جان میری بہن کے ساتھ ہسپتال سے گھر واپس آئیں تو بھی میری بہن بہت کمزور تھی۔ اُس کا ہر وقت دھیان رکھنے کی ضرورت تھی۔ اس طرح میں مکمل تائی کی ہو کر رہ گئی۔ تائی اماں کی اپنی تو کوئی اولاد تھی نہیں۔ اب میں، اُن کی بیٹی اور وہ میری ماں ہوگئیں۔ میں اُن کو اماں ہی کہتی تھی۔ اور ہم دونوں چچا جان منظور اور مَیں بہن بھائی کی طرح رہتے تھے۔

میری والدہ کو بیمار بچی کی دیکھ بھال میں کافی سہولت مل گئی، ویسے بھی ایک ہی گھر تھا صرف اُوپر اور نیچے ہی کی تو بات تھی، کوئی خاص فرق نہیں تھا کہ جو میری والدہ صاحبہ کو فکر ہوتا۔ فرق اُس وقت پڑا جب میری اُمی نے لدھیانہ سے فیروز پور اباجان کے پاس جانے کا پروگرام بنایا۔ میں اُن کے ساتھ جانے کو تیار نہ ہوئی اور میری تائی اماں بھی مجھے چھوڑنے کو تیار نہ تھیں۔ ایک دو بار تو ایسے ہی ہوا کہ جہاں میری والدہ جاتیں میری تائی بھی ساتھ ہوتیں یا میری تائی جاتیں تو میری والدہ بھی ساتھ ہوتیں۔ کیونکہ دونوں مجھے چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ میں اب اپنی تائی اماں کے ساتھ زیادہ مانوس ہو چکی تھی۔ آخر میری ضد پر امی مجھے تائی اماں کے پاس چھوڑ گئیں۔ اس طرح تائی اماں کے ساتھ میں اور چچا منظور اکٹھے رہنے لگے۔

اگست 1947ء کو ہم تینوں نے لدھیانہ سے ہجرت کی تو اُس وقت میری تائی اماں اور چچا جان منظور میرا ہاتھ پکڑے دیواریں پھلانگتے لاشوں سے گزرتے ہوئے پاکستان لاہور پہنچ گئے۔ جہاں میرے بڑے تایا جی مکرم غلام نبی صاحب ہم سے پہلے پہنچ چکے تھے، وہاں ہم نے بھی کچھ دیر پناہ لی اور پھر ہم تینوں یعنی میری تائی اماں اور چچا جان منظور کراچی چلے گئے۔ وہاں ہمارے ہوتے ہوئے نیروبی سے میرے تایا جی یعقوب اور چچا احمد حسن کراچی پہنچ گئے۔ اور ہم پھر واپس لاہور اُسی گھر میں آ گئے جہاں سے گئے تھے۔ (اُس وقت تک میرے والدین بھی قادیان سے ہجرت کر کے لاہور پہنچ چکے تھے) یہاں میرے چچا شیخ احمد حسن کی شادی ہوئی۔ شادی کے بعد تایا جان نے تائی جان اور چچا منظور کو بھی ساتھ

لیا سب عزیز قریباً دسمبر 1947ء کو واپس نیروبی چلے گئے۔ اس طرح نیروبی ایسٹ افریقہ میں چھ بھائیوں میں سے چار بھائی ایک بھتیجا اور ایک بھانجا جمع ہو گئے۔

جاتے ہوئی میری تائی اماں نے مجھے میرے والدین کے سپرد کیا، یہاں سے میری اور چچا جان منظور کی وقتی جدائی ہو گئی۔ جو سالوں پر پھیلتی گئی۔ میں اپنی شادی کے بعد لندن یو کے رہنے لگی، چچا جان کینیڈا منتقل ہو گئے۔ ایک عرصہ بعد 1993ء میں مَیں کینیڈا اپنے چچا جان کو ملنے آئی۔ پھر جب میرا بڑا بیٹا منیر 2001ء میں لندن سے کینیڈا شفٹ ہو گیا اور کچھ عرصہ بعد دوسرا بیٹا بلال بھی لندن سے کینیڈا شفٹ ہو گیا تو میرا دوسرا گھر کینیڈا بن گیا۔ اس طرح سال اور کبھی دو سال بعد میری ملاقات اپنے چچا جان منظور اور اُن کے بچوں سے ہوتی رہی۔ الحمد للہ

ایک دن مَیں نے اُن کے چھوٹے بیٹے مقبول سے نیروبی کے حالات پوچھے تو اُس نے اپنی فیملی کی کہانی یوں بیان کی:

والد صاحب نے نیروبی پہنچتے ہی ریلوے میں مکینک (Mechanic) کے طور پر ملازمت شروع کر دی۔ بھائیوں نے مل کر ایک بہت مخلص احمدی خاندان میں شادی کر دی۔ ایسٹ افریقہ کے حالات خراب ہونے شروع ہو گئے آزادی کی لہر وہاں بھی شروع ہو گئی۔ وہاں سے لوگوں نے ہجرت شروع کر دی اور پھر ہماری فیملی نے بھی یو۔کے ہی آنے کو ترجیح دی۔ لندن پہنچ کر بھی ہمارے ابو مطمئن نہیں تھے۔ ہمیشہ کہتے تھے اللہ نے بہت بڑی دنیا بنائی ہے۔ دنیا دیکھنے کا اور سیر و تفریح کا بہت شوق رکھتے تھے۔ کبھی کینیڈا یا چائنا جانا چاہتے، ہمارے ابو جان کو دعاؤں پر بہت یقین تھا۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی۔ شیخ محمود اُن کا بڑا بیٹا کہتا ہے کہ ایک دن نماز پڑھاتے ہوئے اتنی گریہ زاری کی ہمیں سمجھ نہیں آئی کہ ابو نماز میں کیوں رو رہے ہیں، ہم نے بھی با آواز ''اُونچی'' رونا شروع کر دیا، اب اُس گریہ زاری کی سمجھ آتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! میرے لئے جو بھی راستہ بہتر ہو میری رہنمائی فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ابو جان کو بشارت دی اور دُعاؤں کے بعد 1965ء میں کینیڈا آ گئے۔ کینیڈا آنے کے لئے بڑے بھائی شیخ محمود جو پہلے سے ہی برانٹ فورڈ، انٹاریو، کینیڈا میں مقیم تھے، آپ نے اپنے چھوٹے بھائی منظور کی ملازمت کے لئے جہاں خود کام کرتے تھے، ملازمت کے لئے کمپنی سے سپانسر شپ کے لئے لیٹر لے لیا اور کمپنی والوں نے امیگریشن کے کاغذات بنوانے میں کافی مدد کی۔ کینیڈا آنے کا یہ بھی مقصد تھا کہ وہ اپنے بچوں کا بہتر مستقبل بنا سکیں چونکہ یہاں کی حکومت اپنے عوام کی بہت اچھی نگہداشت کرتی ہے۔

ہمارے ابو کبھی بھی اپنی محبت یا پیار کا اظہار لفظوں میں نہیں کر سکے لیکن اُن کی نظر ہر وقت ہم پر ہوتی اور دینی تربیت کی ہر وقت فکر رہتی، ہمیشہ ہمیں نصیحت فرماتے، کوشش کریں کہ اپنی طاقت کے مطابق اپنے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے رہیں اور اپنے ربّ کے ساتھ محبت کا ایسا رشتہ بنائیں کہ محسوس ہو کہ وہ ہمیں پیدا کرنے والا ہے، وہی ہمارا رازق اور مالک ہے، اس لئے اُس کی حمد کرتے رہیں، عاجزی و انکساری کے ساتھ ہمیشہ سجدہ ریز رہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت و شفقت سے آپ ہمیشہ سرفراز ہوتے رہیں۔ جو بھی کام کریں ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں باقی نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ اللہ پاک ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے ابو کی نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے اللہ پاک کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ آمین!

میرے والدین پہلے برنٹ فورڈ، انٹاریو میں آ کر آباد ہوئے۔ یہاں خاص طور پر ہمارے ایشین لوگ تو بہت ہی کم تھے۔ لوگ ہمیں دیکھ کر حیران ہوتے تھے ہمارے لباس اور اُمی کو پردہ دیکھ کر تو اُن کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ کہاں کی مخلوق ہے، قریب آ کر پوچھتے تھے کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ افریقہ بتانے سے اور بھی حیرانگی سے پوچھتے کہ آپ افریقہ سے آئے ہیں وہاں تو لوگوں کے رنگ ایسے نہیں ہوتے۔ پھر اُن کو سمجھانا پڑتا، یوں کہیں کہ ہم ایشین یہاں کے لوگوں کو حیران کرنے کے لئے کافی تھے۔ اور یہاں کینیڈا اور برنٹ فورڈ میں جماعت قائم کرنے والوں میں بھی ہم پہلے احمدی تھے۔ میرے والد شیخ منظور صاحب کا نام پہلے ناموں میں آتا ہے۔ والد صاحب نے صدر جماعت برنٹ فورڈ کے طور پر اور پھر مختلف عہدوں پر بھی کام کیا۔ 1960ء کے آخری سالوں میں اور 1970ء کے شروع کے سالوں میں برنٹ فورڈ کی جماعت نے اپنے اِرد گرد کے علاقوں کو بھی شامل کیا اور یہ ایک بہت بڑی جماعت بن گئی۔ اس میں اُس وقت درج ذیل جماعتیں شامل تھیں۔

St.Catharines,Hamilton, Brampton, Kitchener, Waterloo, Cambridge, Paris &Guelph.

اور اسی طرح بہت سے لوگ 50 میل سے زیادہ کی مسافت طے کرتے ہوئے اس مرکز میں پہنچتے تھے۔

ہمارے ابو جان بہت دعا گو تھے۔ 1967ء میں آپ نے ایک خواب دیکھا کہ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے گھر تشریف لائے ہیں۔ یہ خواب آپ نے اپنی جماعت کے دوستوں کے سامنے بیان کی تو اُنہوں نے اصرار کے ساتھ مشورہ دیا کہ آپ اپنا خواب حضرت چوہدری صاحبؓ کی خدمت میں لکھیں کیونکہ اُنہی دنوں میں آپ کینیڈا تشریف لانے والے تھے۔ سو میرے والد صاحب نے حضرت چوہدری صاحبؓ کی خدمت میں لکھا:

'' میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ میرے لئے یہ اعزاز کی بات ہو گی۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ بہت ہی مصروف ہیں اور بہت ساری ذمہ داریاں ہیں۔ آپ حکومت پاکستان کے

تاریخی گروپ فوٹو

پہلے وزیر خارجہ ہیں، اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر اور عالمی عدالت انصاف کے صدر ہونے کے ناتے بہت بااثر ہیں، اور میں ایک سادہ سا بلیو کالر ورکر (Blue Collar Worker) یعنی نیلی پوش کارکن ہوں، بھلا آپ مجھ سے کیسے مل سکتے ہیں؟ لیکن میرا اللہ تعالیٰ پر بہت یقین ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اللہ کے ہاں کچھ بھی ناممکن نہیں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو وہ میرا خواب ضرور پورا کرے گا۔ ان شاءاللہ"

محترم چوہدری صاحبؓ بہت ہمدرد اور پیار کرنے والے عظیم انسان تھے ہم پر محبت اور احسان دیکھیں کہ جیسے ہی اُنہوں نے یہ خط پڑھا اور ایک عاجز بندے کی خواہش کا اظہار دیکھا فوراً جواب دیا کہ میں جلد کینیڈا آنے والا ہوں" تمہاری خواب ضرور پوری کروں گا۔" جب آپ اکتوبر 1967ء میں کینیڈا تشریف لائے میرے ابو جان کو اطلاع ملی تو ہم نے اپنے پورے گھر کو پینٹ کیا اور خوب سجایا، آپ کے اس دورے کی برانٹ فورڈ کی جماعت نے ذمہ داری لی، میڈیا نے بھی شہ سرخیاں لگائیں۔حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ 20/ اکتوبر 1967ء کو ہمارے گھر تشریف لائے۔ میرے والد صاحب نے اپنے نو مولود بچے کو جو10/اکتوبر1967ء کو پیدا ہوا تھا، آپ کی گود میں ڈال دیا اور درخواست کی کہ آپ اس بچے کے کان میں اذان دیں اور یہ بھی کہ برائے کرم اس بچے کا نام بھی رکھیں۔

آپ نے والد صاحب کا نام پوچھا تو جواب دیا، محترم میرا نام منظور ہے تو آپ نے فرمایا اس بچے کا نام "مقبول" رکھیں۔سو میں ہی وہ خوش نصیب بچہ ہوں جس کے کان میں آپ نے اذان دی اور نام مقبول رکھا گیا۔ الحمدللہ۔

کینیڈا کی جماعت شروع میں بہت چھوٹی تھی۔ زیادہ سے زیادہ ایک سو (100)لوگ ہوں گے۔ آپس میں ملنے کے لئے پکنک کرتے۔ امریکہ کے جلسہ سالانہ کے لئے بھی ہم سب مل کر ہی جاتے۔ بہت سارے شہروں کی سیر بھی کرتے، نئے لوگوں کے ساتھ تعلقات قائم ہوتے۔اس طرح ہم کینیڈا والے اور امریکہ کی جماعت کے لوگ بہت قریبی رشتہ داروں کی طرح سے ہوگئے۔ بہت خوبصورت مزے دار وقت تھا۔ الحمدللہ!

ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد والد صاحب نے 1981ء میں برٹش کولمبیا، (وینکوور کے ایک مضافاتی علاقہ میں) جانے کا فیصلہ کرلیا۔ وہاں ایک ریستوران چلانے کا پروگرام بنایا۔

ایک بار جب جلسہ سالانہ ویسٹرن کینیڈا کی تیاریاں ہو رہی تھیں تو مہمان نوازی کی سعادت وینکوور کے حصہ میں آئی۔ اُس وقت کے مشنری انچارج وامیر جماعت کینیڈا محترم مولانا نسیم مہدی صاحب نے میرے ابو کو جلسہ سالانہ پر کھانا کھلانے کی ذمہ داری دی۔ ان کی تو دل کی مراد پوری ہوئی کیونکہ وہ تو دل سے مہمان نوازی کرنا چاہتے تھے۔ مہمان نوازی ہی اُن کی زندگی کا شوق تھا۔ یہ ڈیوٹی ملنے پر آپ نے جی بھر کر اپنا شوق پورا کیا اور مہمانوں کو خوش کیا اور خوب داد حاصل کی۔

1985ء میں دوبارہ ٹورنٹو واپس آ گئے اور پھر پوری زندگی بریمپٹن کے علاقے میں ہی گزاری عمر بھر جماعت احمدیہ کے عاجز کارکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

خاندان کے بارے میں بھی بتا دوں ہمارے والد صاحب ماشاء اللہ چھ بھائی تھے۔ ہمارے ابو سب سے چھوٹے تھے۔ چھ بھائیوں میں تین بھائی خلافت کی مضبوط ڈور کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ اور باقی تین بھائیوں نے احمدیت قبول نہیں کی تھی مگر مخالف بھی نہیں تھے۔ میرے والد جماعت احمدیہ کے خلاف چھوٹی سی بات بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اگر ذرا سی بات بھی ناگوار گزرتی تو اس کا برملا اظہار کرتے، ایک دفعہ اپنے سے بڑے بھائی شیخ محمود کے گھر کھانے پر گئے، باتوں باتوں میں جماعتی باتیں شروع ہوگئیں، نجانے بڑے بھائی کے مُنہ سے کیا بات نکل گئی، وہیں پلیٹ پٹخ کر اُٹھے اور کھانا کھائے بغیر ہی گھر چلے گئے۔ کہتے ہیں میرے دین یا جماعت کے متعلق کوئی بھی بات کرے میں برداشت نہیں کرسکتا، خواہ وہ میرا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ دین کے معاملہ میں بہت غیرت مند تھے۔

ہماری امی جان محترمہ مبارکہ بیگم بھی جماعت کی بہت فدائی تھیں۔ یوگنڈا میں پیدا ہوئیں ابتدائی تعلیم بھی وہاں سے ہی حاصل کی، ٹورنٹو منتقل ہوئیں تو جماعت کے اولین خاندانوں کا ذکر کرتے ہوئے بتاتی تھیں کہ محترم چوہدری محمد ظفراللہ خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ٹورنٹو تشریف لائے۔ تو اُس وقت بعض اور دوست بھی یہاں تھے۔ 1962ء میں میرا محمود بیٹا پیدا ہوا اور اُسی دن پہلی بار باجی عصمت مرزا صاحبہ اہلیہ مشتاق احمد مرزا صاحب کینیڈا تشریف لائی تھیں جو کچھ عرصہ ہمارے گھر ٹھہریں۔ پھر مسرت سعید صاحبہ اہلیہ جمیل سعید صاحبہ آئیں اور ہملٹن میں قیام کیا۔ ممبرات نے مجھے صدر بنایا اور باجی عصمت مرزا کو جنرل سیکرٹری، ہم سب مل جل کر جماعت کا کام کیا کرتے تھے۔ پھر مکرم حبیب الرحمٰن حافظ زادہ تشریف لائے۔ ایک بار ہم ٹورنٹو نماز پڑھنے گئے تو بیگم میاں عطاء اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ وہاں اُس وقت آٹھ یا نو خاندان آباد تھے۔ 1975ء میں محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ اہلیہ میاں عطاء اللہ صاحب نے برانٹ فورڈ آ کر ہماری لجنہ کے انتخاب کروائے، مجھے صدر بنایا۔ مسرت سعید صاحبہ سیکرٹری مال، اور عصمت مرزا جنرل سیکرٹری دو سال بعد عصمت مرزا صاحبہ صدر بنیں۔ پھر محترمہ نصیرہ حافظ زادہ صدر بنیں۔ پہلے ہم گھروں میں ہی اجلاس کرواتے تھے۔ پھر Y.M.C.A میں عیدیں اور ماہانہ اجلاس وغیرہ ہونے لگے۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہماری جماعت نے بہت ترقی کر لی ہے۔ بریمپٹن منتقل ہونے کے بعد بھی ہماری والدہ صاحبہ نے اپنے آخری سانس تک جماعت کے کسی نہ کسی عہدے پر کام کی توفیق پائی۔ 2010ء میں اپنے حقیقی مولا سے جاملیں۔ ہمارے والد شیخ منظور صاحب بھی 2014ء کو اللہ کے حضور حاضر ہو گئے۔ دونوں بریمپٹن میموریل گارڈنز میں ایک دوسرے کے پہلو میں دفن ہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے درجات بلند فرمائے اور اُن کا شمار صالحین میں کرے۔ آمین!

پسماندگان میں ماشاء اللہ دو بیٹے شیخ محمود، شیخ مقبول تین بیٹیاں ناصرہ رحمٰن، طاہرہ سلطانہ سعید، بشریٰ بٹ اور اگلی نسل کے 13 بچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ساری اولاد کو دین کی راہوں پر چلائے اور خلافت کی مضبوط ڈور سے بندھے رہیں۔ آمین!

یہ حالات بیان کرنے کے بعد ایک دفعہ پھر چچا بھتیجی کے پیار و محبت کا ذکر ہوجائے تو شاید بے جا نہ ہوگا کیونکہ وہ بھی تاریخ کا ایک ورق ہے۔

اپنی زندگی کے آخری دنوں میں وہ ایک کتاب لکھ رہے تھے جس کو میں نے کمپوز کیا تھا، بہت شکر گزار ہوتے تھے۔ اللہ پاک سے دعا کرتی ہوں اللہ پاک میرے پیاروں کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین!

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرے چچا جان منظور کے ساتھ ایک اور مضبوط تعلق قائم ہوگیا ہے۔ چچا جان کی پوتی اور میرا پوتا جیون ساتھی بن گئے ہیں۔ یعنی میرے چچا جان کی پوتی شیخ محمود کی بیٹی شمائلہ اور میرے بیٹے منیر شہزاد کے بیٹے اور میرا پوتا شہزیب بہت ہی خوبصورت شادی کے بندھن میں بندھ گئے ہیں۔ الحمد للہ!

اللہ پاک سے دعا ہے کہ یہ محبتیں اور پیار ہمیشہ پھلتے پھولتے رہیں اور رشتے خوشیوں میں بدلتے رہیں۔ آمین!

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے　اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے　(درِّ ثمین اردو)